کشمیر میں اقبالیاتی تحقیق اور خواتین اقبال شناس

ڈاکٹر ظہور احمد مخدومی
شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج سوپور، کشمیر
رابطہ 9086805001

[اقبال اردو ادب کا ایک ایسا موضوع ہے جو لگاتار زیرِ بحث ہے۔ ہر سال ہندو پاک کے تحقیقی و تعلیمی اداروں میں علامہ اقبال پر بیسیوں مقالے لکھے جا رہے ہیں۔ کشمیر اور یہاں کا اقبال انسٹی ٹیوٹ بھی اس ذخیرے میں اپنا گراں قدر حصّہ ڈال رہا ہے۔ یہ بات انتہائی دل چسپ ہے کہ علامہ اقبال پر کشمیر میں ہونے والے تحقیقی کام میں خواتین مردوں کے شانہ بہ شانہ چل رہی ہیں۔ اقبال یوں بھی کشمیریوں کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ کشمیر کی عوام کو اقبال کے ساتھ بلا کی جذباتی وابستگی ہے۔ اس تحریر کے توسط سے فاضل مؤلف نے کشمیر میں اقبال کے حوالے سے ہوئی اب تک کی تحقیقات میں خواتین کے حصّے کو موضوع بنا کر ایک دستاویزی مضمون قلم بند کیا ہے۔]

بیسویں صدی کے آغاز سے ہی علامہ اقبال نے اپنے قیمتی اور مجتہدانہ آہنگ و اسلوب سے علم و ادب کے شائقین کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ان کی شاعری کی بالیدگی اور نشوونماء کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ان کے قدر شناسوں، معتقدوں اور مداحوں کا حلقہ بھی بڑھتا گیا اور یہ حلقہ روز بروز وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ جب سال ۱۹۷۷ء کو ''سالِ اقبال'' کے طور پر منایا گیا تو نہ صرف ادبی حلقوں میں بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں میں علامہ اقبال کے افکار و خیالات کا چرچہ ہونے لگا، اس موقع پر بہت سی کتابیں، مضامین و مقالات لکھے گئے اور یہ سلسلہ ہنوز تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ آئے روز اس میں اضافہ ہو رہا ہے اور اب ''اقبالیات'' نے ایک مستقل علمی شعبے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ درحقیقت ''اقبالیات'' کی حدود بہت وسیع ہے۔ معروف محقق و اقبال شناس پروفیسر رفیع الدین ہاشمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:۔

> ''ایک محتاط اندازے کے مطابق دنیا بھر میں اقبالیات پر شائع شدہ چھوٹی بڑی کتابوں اور مجلّات کے خاص نمبروں کی تعداد دو ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ (ہزار ہا مضامین اس کے علاوہ ہیں) اس بحرِ ذخار کا تقریباً تین چوتھائی حصہ ''اقبالیاتِ پاکستان'' پر مشتمل ہے۔ مطالعۂ اقبال میں یہ پیش رفت حیرت انگیز ہے۔ اس برق رفتاری اور فروغ پذیری کو علامہ اقبال کی طلسماتی شخصیت کا اعجاز سمجھنا چاہئے'' ۱؎

کشمیریوں کی علامہ اقبال کے ساتھ قلبی اور جذباتی وابستگی کے سبب حکومتِ وقت نے ۱۹۷۷ء میں کشمیر یونیورسٹی میں ''مسندِ اقبال/اقبال چیئر'' کا قیام عمل میں لایا جس کے پہلے سربراہ کے طور پر اردو زبان و ادب کے محقق و اقبال شناس پروفیسر آل احمد سرور کا تقرر کیا گیا ہے۔ اپنی محنت اور جانفشانی کی وجہ سے صرف دو سال ہی میں پروفیسر موصوف نے اس ''مسندِ اقبال'' کو ایک

تحقیقی ادارے اقبال انسٹی ٹیوٹ کی شکل میں متعارف کیا۔ پروفیسر آل احمد سرور نے بحیثیت ڈائیریکٹر دس سال تک اس ادارے میں خدمت انجام دیں۔ اس دوران کئی تحقیقی سمینار منعقد ہوئے، مقالے لکھے گئے اور کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ پروفیسر آل احمد سرور کے بعد اقبال انسٹی ٹیوٹ کی باگ ڈور یکے بعد دیگرے پروفیسر صبیح احمد کمالی، پروفیسر محمد امین اندرابی، پروفیسر بشیر احمد نحوی اور پروفیسر تسکینہ فاضل جیسے قابل اور محنتی اساتذہ نے سنبھالی جنھوں نے اس ادارے کو ایک مستقل تحقیقی ادارہ بنا دیا۔

تحقیقی کام میں نہ صرف صبر آزمائی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے بلکہ مختلف آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ معیاری تحقیق صبر وسکون، آہستہ روی اور مستقل مزاجی کا تقاضا کرتی ہے۔ تحقیق کی توضیح کرتے ہوئے پروفیسر رفیع الدین ہاشمی رقم طراز ہیں:۔

> ''جملہ اصنافِ ادب میں، تحقیق وہ بھاری پتھر ہے جسے اردو کے بیش تر نقادوں نے چوم کر چھوڑ دینے ہی میں عافیت سمجھی ہے۔ تحقیق، پِتّا ماری اور جگر کاوی کا دوسرا نام ہے اور ایک محقق کو ہر آن پلِ صراط سے گزرنے والے کی طرح محتاط رہنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں اول درجے کے بیسوں نقادوں کے مقابلے میں پائے کے محققوں کے نام آسانی سے انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔'' ۲؎

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بھاری پتھر کو اٹھانے میں جہاں مرد حضرات کو طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے وہیں خواتین کے لیے بھی یہ کام یہ جوئے شیر لانے سے کچھ کم نہیں تھا۔ مگر ہماری ریاست کی خواتین تحقیقی میدان میں بھی مردوں کے مدِ مقابل نظر آتی ہیں۔

اقبالیاتی تحقیق کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ شعبۂ اقبالیات کشمیر یونیورسٹی میں اب تک کے لکھے جانے والے مقالات میں کشمیری اسکالر خواتین کا ایک اہم رول رہا ہے۔ اعداد وشمار پر غور کرنے پر پتہ چلتا ہے۔ کہ ۲۰۱۵ء تک اٹھائیس پی ایچ۔ڈی کے مقامات میں سے گیارہ مقالات خواتین اسکالروں نے لکھے ہیں۔ جن کی مجموعی شرح چالیس فیصد ہے۔ اسی طرح باون ایم۔فل مقالات میں سے خواتین نے اٹھائیس مقالات لکھے ہیں جن کی مجموعی شرح چون فیصد ہے جو انتہائی فخر کی بات ہے۔

ایم فل مقالات لکھنے والی خواتین اسکالروں میں زاہدہ پروین، زرینہ بٹ، طالع افروز، نصرت بانو اندرابی، فریدہ بانو، شفیقہ رسول، بلقیس سراج، تبسم آراء، صورت جہاں، سمی جان، شاہنواز پروین، رخسانہ حسن، جہاں آرا، مدثر ماجد، نصرت آرا، زبیدہ میر، پروینہ حبیب، سفیرہ بیگم، شبینہ شبیر، دلربا بشیر اور بلقیس ڈار شامل ہیں۔

علامہ اقبالؔ کے فکر وفن پر جو مقالات پیش کئے گئے ان میں ''غالبؔ کا فکر وفن اور اقبالؔ''، ''اقبالؔ کی اردو غزل کا تنقیدی مطالعہ''، اقبالؔ اور فنون لطیفہ''، حالیؔ اور اکبرؔ کی پیامی شاعری کا تقابلی مطالعہ''، ''اقبالؔ اور کشمیر''، مکاتیب اقبالؔ کا تنقیدی مطالعہ'' ''اقبالؔ اور ہیومن ازم''، اردو نظم میں اقبالؔ کا کارنامہ''، ''بانگِ درا کی منظری نظمیں'' 'اقبالؔ بحیثیت شاعرِ فطرت''، مکاتیب اقبالؔ کے ادبی پہلو''، ''اقبالؔ کی اردو شاعری میں تصور اخلاق۔ ایک مطالعہ''، ''میر غلام رسول نازکی شاعری پر اقبالؔ کے اثرات۔ ایک مطالعہ''۔ ''اقبالؔ کی اردو شاعری میں پرندوں کی علامتی معنویت۔ ایک مطالعہ''، پروفیسر آل احمد سرور کی اقبالؔ شناسی''، ''پروفیسر

عبدالمغنی کی اقبال شناسی۔ایک مطالعہ''، پروفیسر اسلوب احمد انصاری کی اقبال شناسی۔ایک جائزہ''، پروفیسر عبدالحق بحیثیت اقبال شناس''، ''عبدالوہاب اعزام بطورِ اقبال شناس۔ایک تحقیقی مطالعہ اور''اقبال اور ملٹن ایک تقابلی مطالعہ'' قابل ذکر ہیں۔

اس مقالے کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم نے صرف سات پی ایچ۔ڈی مقالوں کا مختصر ذکر کیا ہے۔اقبال انسٹی ٹیوٹ سے خواتین میں سے پہلا مقالہ نصرت بانو اندرابی نے پروفیسر آل احمد سرور کی نگرانی میں ''حالی، اکبر اور اقبال کی پیامی شاعری کا تقابلی مطالعہ'' کے عنوان سے ۱۹۸۴ء میں پیش کیا۔ یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔پہلے باب میں پیامی شاعری اور اس کے امکانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔دوسرے میں حالی، اکبر اور اقبال کی پیامی شاعری کی نوعیت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔تیسرے باب میں اقبال پر حالی کے اثرات، چوتھے میں اقبال پر اکبر کے اثرات اور پانچویں اور آخری باب میں حالی، اکبر اور اقبال کے درمیان تقابلی مطالعہ کے دوران اقبال کی انفرادیت کو واضح کیا گیا ہے۔

دوسرا مقالہ فریدہ بانو نے پروفیسر آل احمد سرور کی نگرانی میں ''اقبال اور کشمیر'' کے عنوان سے ۱۹۸۴ء ہی میں پیش کیا۔مقالہ چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں علامہ اقبال کی کشمیر آمد کی تفاصیل درج ہیں۔دوسرے باب میں اقبال اور ان کے کشمیری احباب کا ذکر موجود ہے۔تیسرے باب میں اقبال اور تحریکِ حریتِ کشمیر کے حوالے سے بات کی گئی ہے آخری اور چوتھے باب میں کشمیر کی موجودہ صورتحال اور علامہ اقبال کی کشمیر کے تئیں فکرمندی کو بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا مقالہ شفیقہ رسول رفیقی نے پروفیسر آل احمد سرور کی ہی نگرانی میں ''اقبال اور ہیومن ازم'' کے عنوان سے ۱۹۸۵ء میں پیش کیا۔مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں فلسفہ ہیومن ازم کی وضاحت کی گئی ہے۔دوسرے باب میں مغرب میں فلسفہ ہیومن ازم کی ترقی و ترویج کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔تیسرے باب میں اسلامی ہیومن ازم کے نقوش کی نشاندہی کی گئی ہے، چوتھے میں ہند و فکر میں ہیومن ازم کا ارتقائی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ پانچویں میں اقبال اور ہیومن ازم کے موضوع پر بحث کی گئی ہے اور آخری باب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ علامہ اقبال انسان اور انسانیت کے شاعر ہیں وہ نہ صرف برصغیر بلکہ پوری دنیا کے شاعر ہیں۔

چوتھا مقالہ بلقیس سراج نے بھی پروفیسر آل احمد سرور کی نگرانی میں ''اردو نظم میں اقبال کا کارنامہ'' کے عنوان سے ۱۹۸۵ء میں پیش کیا۔مقالہ چار ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں ''بالِ جبریل'' کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، دوسرے باب میں ''ضربِ کلیم'' کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔تیسرے باب میں ''ارمغانِ حجاز'' کا تفصیلی مطالعہ پیش ہے جب کہ چوتھے اور آخری باب میں مفصل طور پر اردو نظم میں اقبال کے کارناموں کی وضاحت کی گئی ہے۔

پانچواں مقالہ صورت جہاں نے پروفیسر محمد امین اندرابی اور پروفیسر غلام رسول ملک کی نگرانی میں ''اقبال بحیثیت شاعرِ فطرت'' کے عنوان کے تحت ۱۹۹۷ء میں پیش کیا۔مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں اردو شاعری میں منظر نگاری کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔دوسرے میں فطرت کے حوالے سے اقبال کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت کی گئی ہے۔تیسرے باب میں

انگریزی رومانی شعراء اور اقبالؔ کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں اقبالؔ کی فطرت نگاری کی اہم خصوصیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں علامہ اقبالؔ کی نظموں میں فطری پیکر اور علامتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ آخری اور چھٹے باب میں اقبالؔ کی فطرت نگاری کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

چھٹا مقالہ نصرت جبین نے پروفیسر بشیر احمد نحوی کی نگرانی میں ''اقبالؔ کا تصورِ نسواں ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے ۲۰۰۷ء میں پیش کیا۔ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں تاریخ عالم میں تصورِ نسواں میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں عورت کے حوالے سے پائے جانے والے تصورات کو پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں اسلام میں تصورِ نسواں کے حوالے سے بات کی گئی ہے اور اس میں مقالہ نگار نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو حقوق اسلام عورت کو دیتا ہے وہ کسی اور مذہب میں موجود نہیں ہے۔ تیسرے باب میں اردو شاعری میں تصورِ نسواں کے حوالے سے جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں اقبالؔ کے تصورِ نسواں میں علامہؒ اقبالؔ کے منظوم اور منثور کلام کی روشنی میں اقبالؔ کے تصورِ نسواں کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ آخری اور پانچویں باب میں خلاصہ بحث پیش کیا گیا ہے۔

ساتواں مقالہ مدثر ماجد نے ڈاکٹر تسکینہ فاضل کی نگرانی میں ''کلامِ اقبال کی شرحیں۔ ایک جائزہ'' کے عنوان سے ۲۰۰۹ء میں پیش کیا۔ مقالے کے پانچ ابواب ہیں۔ پہلے باب میں اردو میں شرح نگاری کی روایت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں کلامِ اقبال کی نمائندہ شرحوں کے حوالے سے بات کی گئی ہے چوتھے باب میں اقبالؔ کے معروف شارح یوسف سلیم چشتی کی شرحوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آخری اور پانچویں باب میں خلاصہ بحث پیش کیا گیا ہے۔

اقبالؔ انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ خواتین محققوں میں پروفیسر تسکینہ فاضل کو یہ طرۂ امتیاز حاصل ہے کہ اپنا تحقیقی کام مکمل کرنے کے ساتھ ہی اقبالؔ پر تصنیف و تالیف کے کام میں منہمک ہوگئیں۔ اگرچہ آپ کا پی ایچ۔ ڈی کا موضوع اقبال کے حوالے سے نہ تھا۔ آپ کی زیرِ نگرانی پانچ پی ایچ۔ ڈی اور اکتالیس ایم۔ فل مقالات مکمل کیے گئے۔ آپ دو سال تک شعبہ اقبال انسٹی ٹیوٹ کی ڈائیریکٹر رہیں۔ آپ سنجیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع النظر اور ایک اچھی محقق ہیں۔ آپ کی اب تک اکیس کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن میں بیشتر اقبالیات کے حوالے سے ہیں۔ آپ کی اہم تصانیف میں ''اقبالؔ، نقش ہائے رنگ رنگ''، ''اقبالؔ اور مطالعاتِ اقبالؔ''، ''اقبالؔ اور اقبالیات۔ ایک منظر نامہ''، ''اقبالؔ اور ان کے معاصر شعراء و ادباء''، ''مطالعہ مثنوی اسرارِ خودی''، ''فکر و فنِ اقبالؔ کے چند پہلو عصر حاضر کے حوالے سے''، ''اقبالؔ اور عظمتِ آدم'' اور ''اقبالؔ کا تصورِ خودی'' قابل ذکر ہے۔ پروفیسر تسکینہ فاضل کے تحقیقی و تنقیدی کام کو سربرآوردہ ادیبوں نے سراہا ہے۔ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی آپ کے تنقیدی کام کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> ''اقبالیاتی تنقید کی سو سالہ روایت پر نظر ڈالئے تو اندازہ ہوگا کہ اس روایت کو آگے بڑھانے میں خواتین اقبالؔ شناسوں نے بہت کم حصہ لیا ہے۔ اقبالؔ انسٹی ٹیوٹ سے ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کرنے والوں کے باب میں اگرچہ میری معلومات ناقص ہوں گی، پھر بھی اتنا جانتا ہوں کہ یہاں سے متعدد خواتین

اسکالروں نے ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی ہے لیکن وہ اقبال شناسی کی صلاحیت کو آگے نہ بڑھا سکیں۔
اور عملی زندگی کی تاریک یا روشن راہوں میں کھو گئیں۔ڈاکٹر تسکینہ فاضل اپنے اس امتیاز پر بھی مبارک
باد کی مستحق ہیں کہ انہوں نے اقبالیات کی مشعل کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔''۳

اقبالیاتی تحقیق مقالوں کے جائزے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ کشمیری خواتین نے جس محنت، لگن اور جوش و جذبے کے ساتھ اقبالیاتی تحقیق میں حصہ لیا وہ نہ صرف قابلِ داد ہے بلکہ قابلِ رشک بھی ہے۔کیونکہ تحقیق کا عمل ایک نہایت ہی سنجیدہ عمل ہے اور پھر اقبال جیسے عظیم شاعر و مفکر پر تحقیق کرنا دیگر شعراء و ادباء کے مقابلے میں کافی حد تک مختلف ہی نہیں مشکل بھی ہے۔لیکن کشمیری خواتین اس میدان میں بھی کامیاب نظر آتی ہیں۔دعویٰ کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اقبالیاتی تحقیق کی تاریخ ان خواتین محققوں کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔

حواشی و حوالے:

۱) مجلہ ''اقبالیات'' اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی شمارہ (۱۶) ۲۰۰۵ء ص ۴
۲) ''تفہیم و تجزیہ'' : ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۹۹ء ص ۱۵
۳) ''اقبال اور مطالعاتِ اقبال'' : ڈاکٹر تسکینہ فاضل فاضل پبلی کیشنز سری نگر ۲۰۰۷ء ص ۳